سلسلۂ تقاریر القرآن

سُورۂ احقاف

مقرر : ڈاکٹر اسرار احمد

السَّلَامُ علیکُم۔ نحمدہ ونصلی علی رسُولہ الکریم۔ امابعد

اَعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حٰمٓ ۚ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ۝ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَھُمْ شِرْکٌ فِی السَّمٰوٰتِ ؕ اِیْتُوْنِیْ بِکِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ ھٰذَآ اَوْ اَثٰرَۃٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝

صدق اللہ العظیم ۝

سلسلۂ حوامیم کی آخری سُورت سُورۃ احقاف ہے۔ اس سورۃ مبارکہ میں تمہیدی آیات یعنی حٰمٓ ۝ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ۝ کے فوراً بعد اسلام کے بنیادی معتقدات یعنی توحید، معاد اور رسالت کے ضمن میں بعض دلائل اور براہین وارد ہوئے ہیں۔ اور جو اعتراضات ان پر منکرین کی طرف سے اٹھائے جا رہے تھے ان کا جواب دیا گیا ہے۔ اور اسکے بعد وہی مضمون جو اس سے پہلی سُورت میں آچکا ہے ایک نئے اسلوب سے نئے پیرایہ بیان سے سامنے آتا ہے۔ یعنی یہ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نئے نویلے رسول نہیں ہیں ۔ بلکہ یہ سلسلۃ الذہب ہے، سنہری زنجیر ہے۔ جو حضرت آدمؑ سے چلی آرہی تھی ۔ آپؐ اس کی آخری کڑی ہیں ۔ اسی طرح قرآن مجید کوئی پہلی کتاب نہیں کہ جو اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہو بلکہ یہ بھی ایک سلسلہ کتب ہے ۔ جس کی آخری اور مکمل کڑی قرآن مجید ہے ۔ چنانچہ یہاں نبی اکرمؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہلوایا جارہا ہے ۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ

اے نبیؐ ! ان سے کہہ دیجئے کہ میں کوئی نیا نویلا رسول نہیں ہوں جو تمہیں پہچاننے اور ماننے میں اتنی دقت محسوس ہو رہی ہو ۔ ـــــــــــــ

کتنے ہی نبی پہلے آئے اور کتنے ہی رسول پہلے مبعوث ہوئے ۔ پھر اسلام میں الوہیت اور رسالت کے درمیان جو خط امتیاز کھینچا گیا ہے اور ان دونوں میں کسی طرح کا کوئی اشتباہ پیدا ہونے سے جس طرح روکا گیا ہے اس کے ضمن میں فرمایا گیا ۔

وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ ط

"میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا ۔"

إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ

"میں تو خود پابند ہوں پیروی کر رہا ہوں اسکی کہ جو میری طرف وحی کیا جارہا ہے ۔"

وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ٥

" اور میرا مقام اور مرتبہ اور میرا فرض منصبی تو بس یہ ہے کہ میں کھلا کھلا خبردار کردینے والا ہوں ۔ آیت نمبر ۱۲ میں ارشاد ہوتا ہے کہ اس سے پہلے بھی نبوت اور رسالت کا سلسلہ جاری تھا ۔ قرآن سے پہلے بھی کتابیں نازل ہوئیں تھیں "

وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ

"اس قرآن سے پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے وہ کتاب جو موسیٰ کو عطا کی گئی تھی وہ امام بھی تھی اور رحمت بھی تھی، راہنما بھی تھی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مظہر بھی تھی۔"

وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۚ

"اب اس کے بعد یہ کتاب، یہ کلام پاک، یہ قرآن مجید ہے جو عربی میں نازل ہوا تاکہ خبردار کردے اُن کو جنہوں نے شرک کی روش اختیار کی اور بشارت دے ان کو جو احسان کی روش اختیار کرنے والے ہیں۔"

اس کے بعد اس سورۃ مبارکہ میں دو متضاد کردار سامنے لائے گئے مسلمان والدین کے گھر میں پیدا ہونے والی اولاد میں سے ایسے صالح اور سلیم الفطرت لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو جیسے ہی اپنی پختگی کو پہنچیں عقل و شعور کے اعتبار سے بلوغ کی عمر کو پہنچیں، وہ اللہ تعالیٰ پر اپنے ایمان اور یقین کی تجدید کریں، اور اس کے ساتھ شکر کی روش اختیار کریں اور اس سے خیر کے طالب ہوں، اور اخلاق اور اعمال حسنہ کی توفیق چاہیں۔ ایک دوسرا برعکس کردار بھی سامنے آئے گا کہ جو اس اعتبار سے بالکل دوسری سمت میں چلا جانے والا ہے ارشاد ہوتا ہے۔

حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ

یہ وہ پہلے کردار کا ذکر ہے کہ "جب وہ اپنی پختگی کو پہنچا اور چالیس سال کی عمر کو پہنچا"

قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ۔

"تو اس نے پروردگار سے عرض کیا' اے اللہ! اے میرے رب! مجھے توفیق دے اس کی کہ میں شکر ادا کر سکوں تیری اس نعمت کا کہ جو تو نے مجھ پہ کی اور ان نعمتوں کا بھی جو تو نے میرے والدین پر کیں "

وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ

"اور مجھے توفیق بخش اسکی کہ میں وہ عمل کر سکوں جو تجھے پسند ہو، اور جس سے تو راضی ہو"

وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ط

"اور میری اولاد کو بھی میرے حق میں نافع بنا دے۔ یعنی میری اولاد بھی نیک اور صالح بن کر اٹھے تاکہ وہ میرے لئے صدقہ جاریہ بن سکے"

اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ہ

"میں تیری جانب رجوع کرتا ہوں اور میں تیرے فرمانبردار بندوں میں سے ہوں۔"

ایک کردار یہ ہے۔ اللہ تعالٰی ہم سب کو اس کا مشتاق بننے کی توفیق عطا فرمائے!

اور ایک دوسرا ناہنجار قسم کا کردار بھی مسلمان والدین کے گھروں میں پروان چڑھ سکتا ہے جسکی طرف اشارہ ہوا۔

وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَا

جو اپنے والدین کا بھی ان کے ایمان اور اسلام پر ان کا استہزاء کر رہا ہے۔ مذاق اڑا رہا ہے۔ اور ان مومن والدین سے کہہ رہا ہے کہ "تف ہے تم پر، تف ہے تمہارے لئے"

اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ

"کیا تم مجھے اس بات سے ڈرا رہے ہو۔ اور مجھے دھمکیاں سنا رہے ہو اس بات کی کہ مرنے کے بعد مجھے پھر اٹھا لیا جائے گا۔ قبر سے میں نکال لیا

جاؤں گا، حالانکہ مجھ سے پہلے نہ معلوم کتنی نسلیں بیت چکی ہیں ایسے لوگ بھی ہیں کہ جن کو گزرے ہوئے ہزار ہا سال ہو گئے اور ان کی ہڈیاں بھی بالکل مٹی ہو کر مٹی میں مل چکی ہیں۔ کیسے ممکن ہے کہ وہ پھر دوبارہ اٹھائے جائیں" ایک طرف اس سرکش اور متمرد شخص کا یہ رویہ سامنے آتا ہے۔ اور دوسری طرف اس کے مسلمان والدین کا معاملہ

وَهُمَا يَسْتَغِيثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ۖ

وہ اللہ سے استغاثہ کر رہے ہیں اور اپنے اس بیٹے سے بھی کہہ رہے ہیں کہ ہائے خرابی ہو تیری تو ایمان لا۔ مان اللہ کو، مان آخرت کو، مان بعث بعد الموت کو، جزا و سزا کو۔

اس کے بعد تیسرے رکوع میں قوم عاد کا ذکر ہے جن کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا۔ چونکہ یہ قوم عرب کے اس علاقے میں رہتی تھی جسے "احقاف" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس سورہ مبارکہ کا نام سورۃ احقاف ہے۔

آخری رکوع میں اس واقعہ کا ذکر ہے کہ جنوں کا ایک گروہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں آیا۔ اُس نے قرآن مجید سنا اور پھر واپس جا کر انہوں نے اپنے ہم جنسوں کو اسلام کی دعوت بڑے ہی پیارے الفاظ میں دی۔ انہوں نے کہا

يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ

اے ہماری قوم! یہ اللہ کی طرف پکارنے والے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار پہ لبیک کہو۔ اس دعوت کو قبول کرو۔ اس پہ ایمان لاؤ۔

آخر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلقین فرمائی گئی۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ

اے نبیؐ! اگر یہ قریش آپ کی بات سن کر ساتھ نہیں دے رہے اگر مکہ کے سردار

یہاں کے سربرآوردہ لوگ آپ کی دعوت پر کان نہیں دھر رہے، تب بھی آپ مایوس نہ ہوں - انسان ایمان نہیں لا رہے تو کیا ہے جنّ آپؐ کی دعوت پر جن ایمان لا رہے ہیں - آپ کی دعوت کے لئے مکہ کی یہ سرزمین جو ویسے بھی سنگلاخ ہے، اگر لوگوں کے دلوں کے اعتبار سے بھی سنگلاخ ہو گئی ہے تب بھی آپؐ ملول و غمگین نہ ہوں - آپؐ کی دعوت کے پھیلنے کے لئے اللہ تعالیٰ دوسرے راستے کھول دے گا - چنانچہ ان جنوں کے ذکر میں بھی یہ الفاظ وارد ہوتے ہیں کہ ہم نے موسیٰؑ کی کتاب کے بعد پھر اللہ کا کلام سنا - محمد رسولؐ کی زبان مبارک سے - پس آپؐ صبر کیجئے - آپ کا اصل توکل اللہ پر ہے اور آپ اولوالعزم رسولوں کی طرح راہ حق میں آنے والے مصائب پر صبر کئے جایئے - اس صبر کا نتیجہ جلد ظاہر ہوگا -

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ

حضرت نوح کا دھیان کیجئے، یاد کیجئے کیسے ہمارا وہ بندہ ساڑھے نو سو برس تک دعوت و تبلیغ میں مصروف رہا اور اعراض و انکار اور تمسخر و استہزاء کے باوجود اپنے فرض منصبی کو ادا کرتا رہا - لہٰذا آپ کے لئے بھی صبر ہی کارآستہ ہے - جمے رہیئے جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں اس کو برداشت کیجئے - مخالفت اور رکاوٹیں جو ڈالی جا رہی ہیں ان کی پرواہ نہ کیجئے بلکہ ان سے عہدہ برآ ہونے کے لئے صبر و ثبات کو اختیار فرمائیے اور اپنی اس دعوت کے لئے **اصل** زور اس نکتے پر مرکوز رکھیئے -

وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ

کہ میں تو ایک کھلا کھلا خبردار کر دینے والا ہوں - اس کے لئے ہمہ وقت اور ہمہ تن دعوت الی اللہ میں لگے رہیئے - بظاہر الفاظ خطاب نبی اکرمؐ سے ہے لیکن مقصود یہ ہے کہ آپؐ کے جان نثار صحابہ کو تسلی و تشفی دی جائے چنانچہ عالم واقعہ میں ہوا بھی یہی کہ صحابہ کرام نے تمام مصائب شدائد کو انگیز کیا، برداشت کیا اور ان مومنین صادقین نے اپنا عمل اس سورہ مبارکہ کی آیت

(بقیہ صفحہ ۳۷ پر)